ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ایک مردِ درویش

ناشر
خادم الفقرا حافظ محمد یونس عفی عنہ

قیمت ۲/

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا ز بزم یک دانائے راز آید بروں

اگر یہ نہیں، تو پھر یہ کیا ہے۔ کہ کوئی گلیم پوش کسی گمنام گوشے سے نکلتا ہے۔ اور نہ تو اس کے پاس کوئی لاؤ لشکر ہوتا ہے نہ دولت کے انبار۔ مگر اپنے تھرکتے ہوئے ہاتھوں سے امتوں اور قوموں کی تقدیر بدل دیتا ہے۔

نہیں فقر و سلطنت میں کچھ امتیاز ایسا
یہ نگاہ کی تیغ بازی وہ سپاہ کی تیغ بازی

آیئے! آج ہم اس صحبت میں کلمۂ حق کے اس جاں نثار کا ذکر جمیل کریں۔ جس نے اپنی فکری اور عملی زندگی سے ہمارے ایمان کو مضبوطی۔ عقاید کو پختگی۔ ذہنوں کو جلا، خیالات کو بلند پروازی۔ افکار کو ضیا۔ عزائم کو بلندی اور سرکار دو جہاں کی غلامی کا درس عطا کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

اے ہمہ در پردہ پنہاں رازِ تو　　بے خبر انجام نہ آغازِ تو

الحمد للہ رب العٰلمین۔ والصلوٰۃ علیٰ رسولہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

آپ کا اسم گرامی پیر مہتاب شاہ غفر اللہ عنہ آپ پیر بہادر شاہ بن پیر حیدر شاہ بن پیر گل محمد بن پیر شاہ چراغ ساکن وعولہ ضلع جہلم کے گھر بروز جمعۃ المبارک بمطابق ۵ ار شوال ۱۲۹۶ھ پیدا ہوئے۔

آپ قریشی اسدی الہاشمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب غوث الثقلین حضرت غوث بہاؤ الدین ذکریا ملتانی قدس اللہ سرہ العزیز سے　　پشت جا ملتا ہے۔ آپ اکثر غوث صاحب کے دربار عالیہ میں حاضری دیتے۔ اور کئی کئی دن انوار و تجلیات کے سمندر میں رہ کر روح اور قلب کی ضیا حاصل کرتے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام بی بی تاج بی تھا۔ آپ کے بچپن میں والدہ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی پرورش آپ کی دادی صاحبہ بی بی راج بی غفر اللہ عنہ نے کی۔

جدِ امجد۔ حضرت پیر صاحبؒ کے جد امجد بہت ہی متمول گھرانے میں سے تھے۔ مذہبی عظمت کا سایہ ہمیشہ ان پر سایہ فگن رہا۔ تعلقات کی وسعت کا پھیلاؤ بھی بے اندازہ تھا۔ پیر صاحب کے والد ماجد اور جد امجد معاملہ فہمی کے علاوہ فصاحت و بلاغت میں بھی یکتائے زمانہ تھے۔ یہ خداداد دین تھی۔ حضرت پیر صاحب کو یہ چیزیں ورثہ میں ملی ہوئی تھیں۔ حضرت پیر بہادر شاہ صاحب کے دو فرزند تھے۔ پیر مہتاب شاہؒ، پیر عبداللہ شاہؒ، پیر عبداللہ شاہؒ غیر معمولی لیاقت اور مردانہ حسن کے آدمی تھے۔ آپ حصول تعلیم کے لیے جہلم دادن خاں زیر سرپرستی قبلہ پیر بہادر شاہؒ تعلق دار گئے۔ جو رشتہ میں آپ کے حقیقی ماموں

تھے۔ پنڈدادن خان میں ہیضہ کی وبا پھوٹ پڑی تو آپکو ماموں صاحب نے واپس بُلوا بھیجا۔ چند یوم کے بعد ہیضہ کا عارضہ لاحق ہوگیا اور اس بیماری سے آپ نے بروز چہار شنبہ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ اس وقت سن بلوغت کو پہنچے ہوئے تھے۔

یہ صدمہ والد ماجد کے لئے ایک ناقابل برداشت صدمہ ثابت ہوا۔ کیونکہ بیٹے کی ذہانت اور غیر معمولی خصوصیات کی وجہ سے والد محترم کو بیحد محبت تھی۔ اُن کی بے وقت موت نے حضرت پیر صاحب کو جگر خراش تیر کا لگایا اور چارپائی سے لگا دیا۔ پیر عبداللہ شاہ رح کو طبی مشورہ کے ماتحت بیماری کے دوران گرم پانی پینے کے لئے دیا جاتا تھا۔ بیٹے کی وفات کے بعد شفیق باپ نے ٹھنڈا پانی پینا ترک کر دیا۔ اور پانچ ماہ اور پانچ روز زندہ رہ کر بروز جمعہ ۵ رمضان المبارک ۱۳۱۹ھ اپنے چہیتے فرزند کے پہلو میں جا کر لیٹ گئے۔ ان کے بعد خاندان کی تمام تر ذمہ داری پیر مہتاب شاہ رح کے کندھوں پر آ پڑی۔ بڑے پیر صاحب لاتعداد لوگوں کے روحانی طبیب اور پیر تھے۔ آپ کے مریدوں کا حلقہ نہایت ہی وسیع تھا۔ پیر صاحب نے تمام مریدوں کو سنبھالا اور اس حلقہ کو مزید وسعت دی۔ اس وقت کم و بیش آپ کے مرید ہر ضلع میں موجود ہیں۔ مثلاً جہلم۔ سرگودہا۔ میانوالی۔ جھنگ۔ ملتان۔ لائل پور اور لاہور۔ ہندوستان میں آگرہ اور کلکتہ تک آپ کے مرید اس وقت بھی موجود ہیں۔

تعلیم سن رشد کو پہنچنے سے پہلے آپ دینی اور دنیاوی علوم سے بہرہ ور ہوئے۔ آپ نے مختلف مقامات پر تعلیم حاصل کی۔ شروع تعلیم قرآن کی مولوی حبیب اللہ صاحب غفر اللہ عنہ سے کی۔ مولوی صاحب علم و عمل میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ اور ختم قرآن کریم میاں شرف الدین صاحب غفر اللہ عنہ سے کیا گیا۔ بعد تعلیم قرآن کے چند کتابیں جناب مولوی محمد احسن صاحب غفر اللہ عنہ ساکن ندوت اور قاضی،

موضع کھیوڑہ معروف توپی والے سے پڑھیں۔

آپ کے آخری اُستاد شمس العلماء عالیجناب حافظ فقیر سید لعل شاہ عفی اللہ عنہ دوالمیالوی تھے۔ آپ کی صحبت نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ حضرت شاہ صاحب ہند و پاکستان کے جید علماء کی صف میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت دکھڑ و دیگر درسی تعلیم ان سے حاصل کی۔ آپ کو عربی۔ اردو۔ اور خصوصاً فارسی پر عبور حاصل تھا۔ آپ نے اپنی زندگی بھر اپنے اُستاد حضرت شاہ صاحبؒ اور ان کے خاندان کو انتہائی عقیدت اور بڑے احترام کی نظر سے دیکھا۔ آپ نے آخری وقت وصیت فرمائی تھی۔ کہ میرا جنازہ واجب الاحترام صاحبزادہ مولانا حاجی سید کرم حسین شاہ صاحب پڑھائینگے۔ اگر آپ موقع پر حاضر نہ ہوں۔ تو اُستاد گھرانے کا کوئی بھی فرد جو اس وقت موجود ہو۔ پڑھائے گا۔ یہ تھی عقیدت کی حد

ملازمت فوج ۔ تعلیم سے فارغ ہوئے تو آپ کو والد ماجد نے رسالہ میں نوکری اختیار کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ ان دنوں رسالہ میں بھرتی بذریعہ چندہ ہوا کرتی تھی۔ جو کہ مبلغ پانچ صد روپیہ ہوا کرتا تھا۔ یہ خدمت ان دنوں میں معیوب نہیں سمجھی جاتی تھی۔ بلکہ قومی شعار تھا۔ والد ماجد کی وفات کے بعد آپ کے سر پر صرف ایک بزرگ پیر دکن عالم شاہ مستوار کا سایہ باقی تھا چونکہ مستوار فقیر تھے۔ آپ کی تمام عمر یادِ خدا میں گذری۔ ہمیشہ تعلیم اور نگہبانی مسجد میں رہے۔ جب آپ کا آخری وقت ہوا۔ تو ان آپ کے پاس ملک کرم بخش والد بازجنیال عفی اللہ عنہ' اور میاں سعد اللہ حجام تھے۔ انہوں نے عرض کی کہ آپ اپنی جائے مدفن کے متعلق فرمائیں۔ کہ کہاں بنائی جائے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ پیر صاحب شاہ آٹھ یوم کی رخصت لیکر آرہا ہے اور انہوں نے فجر کی نماز کہیں (کھیوڑہ) میں ادا کی ہے۔ پیر صاحب آخری وقت پر پہنچ گئے۔

مذکورہ حضرات نے دریافت کیا۔ کہ کتنی رخصت لائے ہیں۔ اور صبح کی نماز کہاں ادا کی تھی۔ جواب ملا کہ آٹھ یوم کی رخصت ملی ہے۔ اور نماز کیبول میں ادا کی ہے۔ آپ نے بروز اتوار ۲۱ رماہ شوال ۱۳۴۳ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا اور آپ کی تربت مسجد پیراں وعولہ کی خانقاہ شریف میں ہے۔

شادیاں ۔ پیر صاحبؒ نے دو شادیاں کی تھیں۔ آپ کی پہلی شادی دعولہ میں ہوئی۔ ان بی بی صاحبہ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ آپ کی برات میں کئی ہزار آدمی تھے۔ برات کا ایک سرا سسرال کے گھر پہنچ چکا تھا۔ اور پچھلا سرا ان کے گھر سے نکل رہا تھا۔ یہ بی بی صاحبہ تھوڑا عرصہ ہی زندہ رہیں۔ چونکہ شادی کے دوسرے سال واصل بحق ہوئیں۔ دوسری شادی آپ نے کرولی سے حضرت پیر بلاول شاہ رح انسپکٹر پولیس کے ہاں سے کی۔ آپ متمول رئیس اور بڑے جاگیردار تھے۔ ان کے مقابلے پر پیر صاحبؒ بالکل معمولی حیثیت کے مالک تھے۔ مگر خاندانی شرافت اور عظمت میں آپ یکتائے زمانہ تھے۔ بی بی صاحبہ کا نام بی بی محبت بانو ہے۔ جو کہ تا دم تحریر بقید حیات ہیں۔

اولاد ۔ آپ کے دو بیٹیاں اور تین بیٹے ہوئے۔ بیٹیوں میں بی بی غلام فاطمہ کا عقد پیر سکندر شاہ انسپکٹر پولیس بن پیر صدر الدین شاہ صاحب رسالدار سے ہوا دوسری بیٹی بی بی اشرف بی بیر اعجاز حسین شاہ بن پیر یعقوب شاہ صاحبؒ انسپکٹر آف سکولز ریٹائرڈ ضلع کرولی سے بیاہی گئی۔ بیٹوں میں فرزند اکبر صوبیدار پیر محمد عبداللہ شاہ رح ہیں۔ دوسرے حکیم پیر محمد عنایت اللہ شاہ اور تیسرے پیر محمد عطاء اللہ شاہ ہیں۔ پیر صاحبؒ اپنی زندگی میں یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ کہ اے مولا کریم مجھے اپنی زندگی میں اولاد کا نعمت دکھلانا اور مجھے ان کے سب فرزند بھی دکھلانا تو اللہ جل شانہ نے حضور میں آپ کی دعا

مستجاب ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے تینوں لڑکوں کے فرزند دکھلائے جنہیں آپ نے گود میں بھی لیا۔ پیر محمد احسان اللہ شاہ بن پیر محمد عنایت اللہ شاہ سب سے پہلے آپ نے دیکھا۔ اس کے بعد مسجد میں آپ کو پیر محمد ثناء اللہ شاہ بن صاحبزادہ پیر محمد عبداللہ شاہ کی ولادت کی خوشخبری ملی۔ آپ نے اپنے مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ عظیم خوشی کا موقع تھا۔ ایسی خوشی میں نے زندگی بھر محسوس نہیں کی جو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھائی۔ میں نے نفل شکرانہ ادا کئے۔ اور سجدہ گاہ آنسوؤں سے تر ہو گئی تھی۔ آپ کی وفات سے قبل آپ کو اللہ تعالیٰ نے تیسرا فرزند کا لڑکا بھی دکھا دیا جس کا نام آپ نے پیر محمد ضیاء اللہ شاہ تجویز فرمایا۔ گو فرزند اکبر کے لخت جگر پیر محمد ثناء اللہ شاہ کو اپنی وفات کے دسویں دن بعد [illegible] کے لئے پاس بلالیا۔ شکر ہے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا کہ اس نے صدمۂ عظیم سے پہلے آپ کو اپنے پاس بلالیا۔ ورنہ آپ بے حد ملول ہوتے۔

حصول ملازمت۔ اپنی خداداد ذہانت اور لیاقت کے باعث متعدد ریاستوں میں منیجر کورٹ آف وارڈز رہے ہیں۔ جن میں کہ احمد آباد۔ کالا باغ اور موکھیانہ اسٹیٹس قابل ذکر ہیں۔

ایک واقعہ۔ پنڈ دادن خان سے فارغ ہو کر آپ گھر واپس آچکے تھے۔ تلاش معاش کے سلسلے کی کوشش کی ہوئی تھی۔ اچانک کسی کام سے ملک حاجی شیر خان کے ہمراہ پنڈ دادن خان گئے۔ جاتے ہی آپ ایک مجذوب اور اولیاء اللہ سید باغ علی شاہ کی زیارت کے لئے گئے۔ کچھ پھل وغیرہ ہمراہ لے گئے۔ جب شاہ صاحب سے ملے۔ تو ارشاد ہوا کہ حکم آگیا ہے۔ جاؤ جلدی کرو۔ آپ جس وقت کچہری پہنچے۔ تو اطلاع ملی کہ آپ کو کالا باغ اسٹیٹ میں منیجر کورٹ آف وارڈز کے عہدے پر تعینات

ہو چکے ہیں۔ جلدی پہنچیں۔ (مراد ہی ملک حاجی شیر خان صاحب)

مسجد پیراں میں درس و تدریس کا انتظام۔ چونکہ ان کے اسلافِ کرام صدیوں سے بلاد ہند و پاک میں ارشاد و تلقین کی مسندوں میں متمکن رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی عمر یں رب العالمین کے احکام کی اطاعت اور حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر کی پیروی میں بسر کر دیں۔ جو لوگ ان سے استفادے کی غرض ۔۔۔ لے کر آئے۔ ان کے دامن فیض کی دولت سے بھر ے۔ چنانچہ اس خاندان کے تمام بزرگ سنت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احیاء و طریقہ محمدیہ کی اشاعت میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ یہ سخن گستری نہ تھی۔ بلکہ ایک حقیقت کا اظہار ہے۔ کہ ہم پیر صاحبؒ کے اسلاف کرام کی نسبت اجمالاً جو کچھ اوپر کہہ چکے ہیں۔ وہ اس حقیقت کا مصداق ہے۔ کہ پیر صاحبؒ سے لے کر کئی پشتوں تک کے افراد بزبانِ حال اس کی شہادت دے رہے ہیں۔ جہاد و غزا۔ جود و سخا۔ زہد و تقویٰ۔ ریاضت و صفا۔ صبر و توکل۔ فقر و مسکنت یا دوسرے انسانی فضائل و محاسن کا کون سا گوشہ ہے جس میں اس خاندان عالیہ کے افراد کا جھمگھٹا نظر نہیں آتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی میں یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ محض خاندانی فضائل کی داستان سرائی کسی کے لئے بھی موجب شرف نہیں بن سکتی۔ اور اسلاف کرام کی استخوان فروشی سے عظمت و برتری کے بازار میں گرمی ہنگامہ پیدا کرنا قطعاً زیبا نہیں دراصل ہے اپنا حسن عمل اور فضیلت کردار ہے۔ پیر صاحبؒ اس وجہ سے بڑے نہ بنے تھے۔ گو ان کے بزرگوں میں سے سینکڑوں نے اپنی زندگیوں کا ایک ایک لمحہ دین حق کی خدمت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ اس وجہ سے عظمت و برتری کا درجہ حاصل کیا۔ کہ ان کی شانِ اخلاص اور عزیمت عمل کے کرشمے نہ محض ان کے عہد میں بلکہ بیشتر کے

اکثر پہلوؤں میں یگانہ حیثیت رکھتے تھے۔ وہ پورے خاندان کے گل سرسبد تھے۔ درخشاں ستاروں کی انجمن میں مہتاب عالم تاب تھے جس کرامت کی یہ عزت بہت کم افراد کو ملتی ہے۔ کہ اوّل میراث ہر لحاظ سے قابل فخر ہو۔ پھر وہ اپنے حسن عمل سے جلا دیکر اس میراث کو عوام کی ہدایت کا سرچشمۂ نور بنا دے۔ پیر صاحب کو خدا نے دونوں نعمتوں سے سرفرازی بخشی۔ خاندان وہ ملا جس کے افراد پشتوں سے خدا پرستی اور اسلام دوستی میں امتیاز خاص کے مالک تھے۔ پھر ہمت و عزیمت کی وہ دولت عطا ہوئی۔ کہ ان کے پائے کا کوئی مرد درویش نظر نہیں آتا۔

آپ نے اپنی مسجد میں ایک درس چند معاونین کی امداد سے قائم کیا۔ اور تدریس کے لئے ایک حافظ صاحب کی خدمات حاصل کیں۔ جو کہ اسی وقت فوجی ملازمت چھوڑ کر آئے تھے۔ ان کا اسم غلام حبیب تھا۔ شروع میں اُن کی تنخواہ مبلغ آٹھ روپیہ ماہوار تھی۔ گاؤں والوں کے اتحاد و معاونت سے چند سالوں کے اندر ہی باہر سے طالب علم تدریس کی خاطر درس میں آئے۔

اب عمارت کی ضرورت پیش آئی۔ پیر صاحبؒ رخصت پر آئے ہوئے تھے۔ نماز جمعہ کے بعد آپ نے ضرورت درس اور اہمیت درس پر ایک معنی خیز تقریر کی اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے اپنی نجی زمین ملحقہ مسجد سے آدھی خام جگہ درس گاہ کے لئے وقف کر دی۔ اس وقت لوگوں نے انتہائی خلوص اور فراخدلی کے ساتھ رقم جمع کر دی۔ اور عمارت کے لئے لکڑی۔ اینٹیں اور گارہ تک دینے کا اقرار کر لیا۔ ایک آدھ مجاہد نے پہلے کھر مہیشر کی۔ مگر جب دال گلتی نظر نہ آئی۔ تو ایک آدھ چیز درس کے لئے دے کر بیچ میں بل گیا۔ عمارت بن گئی۔ درویش آگئے۔ تدریس شروع ہو گئی۔

حافظ صاحب کی سعی کا چرچا ہوا۔ عروج کا یہ عالم تھا۔ کہ اگر ملحقہ گاؤں میں کوئی موت

واقع ہو جائے۔ تو جنازہ حافظ صاحب سے ہی پڑھایا جاتا تھا۔ ابھی وقت ان کا عقیدہ چودھویں صدی والا نہیں تھا۔ بلکہ صاف تھا۔ یہ حضرت پڑی تھالوں سے وعولہ کے قوال صاحبان سے درود شریف پڑھاتے ہوئے۔ اُن کے پیچھے گھونگھٹ نکال کر موقع پر پہنچ جاتے۔ وُہ بھی وقت تھا اور اب بھی یہ وقت ہے۔ کہ درود شریف الصلوٰۃ وسلام و کلمہ شریف باآواز بلند پڑھنے کو بدعت سے موسوم کرنے لگ گئے ہیں۔ کیونکہ اس وقت سینہ بند تھا۔ اور اب ہی تو سینہ کھلا ہے۔ (بقول اُن کے) دراصل ان حضرات کا ملاپ ایک وہابی عقیدہ کے مولوی سے ہو گیا۔ علم کی کمی کی وجہ سے اسی کے رنگ میں رنگے گئے۔ ناظرین کو پہلے بتایا گیا ہے۔ کہ آپ صرف حافظ تھے۔ اور توجہ ان مولوی صاحب سے آکر پڑھا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے جو پہلا قدم اٹھایا۔ وُہ یہ تھا کہ یارسول اللہ کہنا شرک ہے۔ جہاں مسجد میں یا کسی اور جگہ یا اللہ اور یا محمد نظر آئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے پہلے یا کو کھرچ دیا گیا۔ اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا۔ بلکہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہنا شروع کر دیا۔ پیر صاحب نے حافظ صاحب کے ساتھ کئی دن اس سنے عقیدہ سے پر بحث و مباحثہ جاری رکھا۔ جب حافظ صاحب نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی کے لفظ استعمال کئے۔ تو پیر صاحبؒ نے حافظ صاحب کے پیچھے نماز پڑھنی ترک کر دی۔ اور دوسرے نمازیوں نے شمس العلماء حافظ سید لعل شاہ صاحب دوالمیالوی کی خدمت میں جا کر ایسے عقیدہ والے کے متعلق فتوے مانگا۔ آپ نے فتوے دیا کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

چنانچہ کثیر تعداد میں نمازیوں کی علیحدہ ہو گئی۔ چند ایک شرارت پسند اور بے نماز لوگوں نے مل کر کے گھر میٹنگ کی۔ کہ پیر صاحب کے ساتھ غمی اور شادی بند کر دو۔

ہاں اس میٹنگ سے پہلے وہ ایک لیڈر جو مذہبی اور اسلامی عقائد سے بالکل نابلد تھے۔
پیر صاحب کے پاس بطور میلہ آئے۔ کہ آپ حافظ صاحب کے پیچھے نماز نہ ترک کریں۔
کیونکہ ہمارے روایتی وقار کو ٹھیس لگتی ہے۔ بصورت دیگر ہماری قوم آپ کے ساتھ بائیکاٹ
کرنے کو تیار ہے۔ سبحان اللہ پیر صاحب نے فرمایا۔ یہ عقائد کی چیز ہے۔ حافظ صاحب
کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے برخلاف ہے۔ مجھے اپنے اللہ تعالےٰ کی خوشنودی
چاہیئے۔ آپ نہیں تمام جہاں میرے ساتھ بائیکاٹ کردے۔ میرے لئے ایک اللہ
کافی ہے۔ ان لوگوں کا خیال تھا۔ کہ غمی شادی بند کرو۔ پھر انہوں نے کہاں جانا ہے۔
مگر ظالم اس خدائے لم یزال کی امداد کو بھول گئے۔ جو شہروں کو غرق کرتا ہے دریا کی زد
میں۔ بے رزق کو رزق دیتا ہے۔ دشمن کی گود میں دعائے خیر تک نوبت پہنچی۔ اس محلہ
میں کافی سے زیادہ صحیح العقیدہ حضرات بھی موجود تھے۔ انہوں نے مخالفت کی۔ مگر صرف
چند ایک احسان فراموش افراد اس دعائے خیر میں شریک ہوئے۔ پیر صاحبؒ کے ان
لوگوں پر بے حد احسان تھے۔ معاملہ طول کھینچ گیا۔ ملحقہ دیہاتوں میں خبر آگ کی طرح پھیل
گئی۔ کہ حافظ صاحب وہابی ہوگئے ہیں۔ بس پھر کیا تھا۔ باہر سے لوگوں نے خود بخود
ہی ان لوگوں کے ساتھ شادی غمی بند کردی۔ اب فتنہ پرداز لوگ سٹ پٹائے۔ دوسرے
دیہاتوں کے دورے شروع کر دیئے۔ قرآن کی قسمیں کھاتے پھرتے کہ ہم وہابی نہیں ہیں۔
بنائے گئے ہیں۔ مگر دروغ گو۔ را حافظہ نہ باشد والا معاملہ پیش آیا۔ وہ ایسے کہ اہل سنت
والجماعت نے ایک اشتہار۔ مناظرہ نکالا جس میں کسی فرد کا نام لے کر اسے چیلنج نہیں کیا گیا۔
بلکہ یہ لکھا گیا تھا۔ کہ ہم وہابیوں کے ساتھ فلاں دن مناظرہ کریں گے۔ اگر ان میں صداقت
ہے۔ تو میدان میں آجائیں۔ بس پھر کیا تھا۔ رہی قسمیں اٹھانے والے مناظرہ کے لئے
میدان میں نکل آئے۔ ایماندار لوگوں پر ان کی قسموں کی قلعی کھل گئی۔ اور حقیقت حال

معلوم ہوگئی۔ مناظرہ میں جو کچھ ہوا۔ اُسے اہلِ علاقہ بخوبی جانتے ہیں۔ بس اس کے بعد حالت بڑی پتلی ہوگئی۔ ..... اور حافظ صاحب اس گاؤں سے چلے گئے۔

ظرافت ۔ پیر صاحبؒ ظرافت کے بھی سمندر تھے۔ ایک دفعہ اسی سلسلہ میں کچھ مصالحت کی پیش کش کی گئی۔ ایک سرکاری نمائندہ بھی موجود تھا۔ یار لوگوں نے ایک ثالث مقرر کرنے کی تجویز کی۔ اور بکر کا نام اس منصب کے لیئے پیش کیا گیا۔ پیر صاحبؒ سے دریافت کیا گیا۔ کہ کیا آپ کو بکر کی ثالثی منظور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ صرف ایک شرط پر چونکہ معاملہ دینی ہے۔ اس لیئے بکر کو ہی آپ ثالث مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس کو کہیں کہ بر سرِ مجلس ہمیں صرف دعائے قنوت سنا دے۔ بس کیا تھا۔ یار لوگوں نے کھسیانی ہنسی میں ثالثی کا معاملہ ختم کر دیا۔

تحمل و برداشت پیر صاحبؒ علم کا بھی پہاڑ تھے۔ اور یہ ہرگز نہیں چاہتے تھے۔ کہ کسی سے بگاڑ ہی جائے۔ ایک دفعہ بکر پیر صاحب کے فرزند اکبر کے پاس گیا۔ اور کہنے لگا کہ جی پیر صاحبؒ نے بڑی زیادتی کی ہے۔ اور .. .. .. صاحب کو یہ الفاظ کہے ہیں۔ جب پیر صاحب کو یہ کیفیت معلوم ہوئی۔ تو آپ نے معذرت کے لیئے بکر کے گھر جانے کا ارادہ کیا۔ فرزند اکبر کہتے ہیں۔ کہ یہ الفاظ سنکر مجھے جوش آ گیا۔ اور میں نے عرض کی۔ کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان لوگوں کی ذرا بھر بھی آڑ نہیں۔ آپ ایسا ہرگز نہ کریں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ بالکل ٹھیک ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسول ... کے سوا ہمیں کسی کی پرواہ نہیں۔ مگر میں یہ بھی نہیں چاہتا۔ کہ میری زبان اور ہاتھ سے کسی کو تکلیف پہنچے۔ اسی روز ان کے گھر گئے اور معذرت چاہی اور تشریف لائے۔ ایک دن زید جو کہ پیر صاحبؒ کے خلاف بائیکاٹ کرانے میں پیش پیش تھا۔ کسی مصیبت میں پھنس گیا۔ جب اس کو کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ تو اپنے لڑکے کو پیر صاحبؒ کی خدمت میں امداد کے لیئے بھیجا۔ آپ نے ان کے کہنے کے مطابق اپنے ایک مخلص مرید کو

چٹھی لکھدی جس نے انہیں اس مصیبت سے بچا لیا۔

پیر صاحب کا اختصاص ۔ پیر صاحبؒ کی زبان زندگی کے آخری لمحے تک اسلام کی سربلندی اور حضور سرورِ کائنات کی شان بیان کرنے کے لئے متحرک رہی۔ جہاں بھی رہے۔ ان کے دل میں یہی آرزو رہی۔ کہ اسلام صحیح شکل میں پوری عظمت و شان سے جلوہ گر ہو۔ انہوں نے لاکھوں کو شریعت کا پابند بنایا۔ اور ان کے سینوں میں عشق حق اور اس کے محبوب کملی والے کی محبت کے چراغ روشن کئے۔ بعض افراد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کر کے سادہ لوح مسلمانوں کے دل میں جو شکوک پیدا کر دیئے تھے۔ انہیں عزم و ہمت کے ساتھ رفع کیا۔ کملی والے کی محبت میں عزیزوں سے دوری گوارا کی۔ راحت و آسائش کی زندگی کو ٹھکرا کر مصیبتیں خوشی سے قبول کیں۔ نہ ہرنا گداز صوبتوں کے پہاڑ ایسی بے تکلفی سے اٹھائے کہ گویا مقصودِ حیات یہی تھا۔ وہ ہر مسلمان کے سینے میں خدا اور اس کے سچے حبیب پاک کی حقیقی معنوں میں محبت پیدا کر دینے کے آرزومند تھے۔ ان کے آغوشِ تربیت میں جو جماعت تیار ہوئی۔ اس کی ممتاز ترین خصوصیت یہی تھی۔ کہ ایک ایک فرد زندگی کی ہر شے کو اللہ اور اس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں قربان کر دینا اپنی سب سے بڑی سعادت سمجھتا ہے۔

عبادات ۔ آپ شب بیدار تھے۔ تہجد ہمیشہ مسجد میں ہی ادا کرتے تھے۔ نوافل کے بعد دعا میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اور اکثر شوق انگیز شعر پڑھا کرتے۔ مسجد میں بعد نماز دن چڑھے تک بہتے۔ آیات و احادیث کے بارے میں مذاکرات جاری رہتے۔ اشراق ادا کرنے کے بعد مسجد سے گھر تشریف لاتے جہاں خود پڑھایا کرتے تھے۔ ناشتے کے بعد پھر وظائف میں مشغول ہو جاتے۔ جو تقریباً ایک گھنٹہ تک جاری رکھتے۔ پھر خطوط وغیرہ کے جواب ارسال کرتے۔ پھر دن میں قرآن کریم کی تفسیر و دیگر کتب اور رسائل و اخبارات کا مطالعہ کرتے عموماً فجر کی اذان

دیا کرتے تھے۔ اذان میں ایک خاص قسم کی کشش موجود تھی۔ وصال کے بعد آج تک میں نے
اس قسم کی وجد آور اور پرسوز اذان نہیں سنی۔

ایک واقعہ ۔ ایک دفعہ راجہ فیروز خان سب انسپکٹر پولیس رخصت پر آئے ہوئے
تھے۔ راجہ صاحب بہت سویرے اٹھنے کے عادی اور یاد خدا میں۔ انہوں نے صبح کی
اذان سنی اور ان پر رقت طاری ہو گئی۔ راجہ صاحب بازار میں آئے اور پوچھا۔ کہ
آج درمیانی مسجد میں کسی نے اذان دی ہے پھر کہنے لگے مسنود گوں۔ یہ جس نے بھی دی ہے۔
وہ اللہ کا خاص مقرب بندہ اور درویش ہے۔ کیونکہ اس کی اذان میں انتہائی کشش ہے۔
اس عقیدہ والوں نے کہا کہ ضرور حافظ جی نے ہی اذان کہی ہوگی۔ مگر دریافت کرنے پر
معلوم ہوا کہ یہ پیر صاحبؒ کی اذان تھی۔ (راوی راجہ فیروز خان)

سخاوت خدا نے پیر صاحبؒ کو ہر دو زین دنیوی مال و عزت کافی عطا کیا تھا۔ لیکن آپ نے
کبھی کسی چیز سے دل نہیں لگایا۔ غریبوں، یتیموں، طالب علموں، عالموں، ضرورت مندوں اور
بیواؤں کی ضرورتیں پوری کرنے میں جو کچھ ہاتھ آیا خرچ کر دیا۔

نسبت آپ نے اعلیٰ حضرت خواجہ ابوالخیر صاحب دہلوی کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی تھی۔
کپتان حبیب اللہ صاحب ترال اور حضرت صاحب ترمنی شریفؒ آپ کے پیر بھائی ہیں۔
ان حضرات سے آپ کو بڑی محبت تھی۔

متفرق ۔ پیر صاحبؒ حفظ کتابت کے بڑے پابند تھے۔ محترم قبلہ پیر فضل شاہ صاحب
مہاجر کشمیر کے ساتھ آپ کو انتہائی خلوص اور محبت تھی۔ آپ ان کو بڑی عزت کی نگاہ سے
دیکھتے تھے۔ قبلہ پیر فضل شاہ صاحب نے مجھے بتایا کہ جب سے میں پاکستان میں آ کر آباد
ہوا ہوں۔ اس وقت سے لیکر پیر صاحب کی علالت تک ان کے میری طرف آٹھ نو سو خطوط
آ چکے ہیں۔ میرے پاس ریکارڈ ہے۔

علالت آپ کی ایک آنکھ کی بینائی کم ہوگئی تھی۔ آپ نے اپنے دوستوں اور مہربانوں سے مشورہ کیا۔ کہ آنکھ کہاں بنوائی جائے۔ چنانچہ عالیجناب نواب مخدوم پیر مرید حسین صاحب قریشی اسدی الہاشمی ملتان شریف نے مشورہ دیا۔ کہ آنکھ یہاں بنوائی جائے۔ ارشاد کی تعمیل ہوئی۔ پیر صاحب شروع ماہ نومبر میں عازم ملتان ہوئے۔ آنکھ کا آپریشن کہیں دسمبر میں جا کر ہوا۔ کیونکہ ڈاکٹر پہلے خون کی حدت کو کم کرتے رہے آنکھ کا آپریشن نہایت ہی کامیاب رہا مسلسل چارپائی پر لیٹے رہنے سے پیشاب بند ہونے کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ پیشاب کو بذریعہ نالی خارج کیا گیا سول سرجن نے آپریشن کا مشورہ دیا۔ جو کہ نہایت ہی قیمتی مشورہ تھا۔ مگر پیر صاحب چونکہ آپریشن کے مخالف تھے۔ اس لئے آپریشن بروقت نہ کرایا گیا۔ آخر عارضہ تو تھا ہی۔ اس نے دوسرے قوی پر بھی اثر کرنا شروع کر دیا۔ نقاہت دن بدن بڑھنے لگی۔ مختلف مقامات پر علاج کرایا گیا۔ مثلاً لاہور، ملتان اور لائلپور راولپنڈی وغیرہ مگر افاقہ نہ ہوا۔ آخر چھوٹا آپریشن ہوا۔ مثانے میں ربڑ کی نالی پیوست کر دی گئی۔ جس سے پیشاب خارج ہوتا رہتا تھا۔ خیال تھا۔ کہ چند یوم کے بعد بڑا آپریشن کر کے غدود نکال دی جائیگی۔ مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ بھوک بند ہوگئی۔ خوراک ہضم نہ ہوتی تھی۔ کمزوری دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ اور آپریشن کا ہونا اس حالت میں ناممکن تھا۔ لہذا ڈاکٹروں کے مشورہ کے ماتحت ۱۵ ماہ جولائی ۱۹۵۵ء کو واپس گھر آ گئے۔ گھر پہنچ کر آپ ایک ماہ اور پانچ دن بقید حیات رہے۔ ۱۹ اگست بروز جمعہ صبح سویرے آپ نے اپنے فرزند اکبر کو طلب فرمایا۔ اور کہا کہ اب میرا آخری وقت ہے۔ اولاد کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ اور نصیحت کی۔ کہ خدا تعالےٰ کے در پہ گھر سے رہنا۔ انشاء اللہ تمہیں دنیا میں سرفرازی رہے گی۔ حکم دیا کہ عبائیوں کو بلالو۔ جب سب پہنچ گئے۔ تو یوزافتوا ۲ محرم ۱۳۷۵ھ بوقت ظہر جام شہادت نوش فرما کر ہمیشہ کے لئے ابدی نیند سو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

دوسرے دن بوقت ظہر غسل دیا گیا۔ گرمی اپنے پورے شباب پر تھی۔ مگر غسل کے وقت اللہ تعالیٰ اپنی کرم نوازی کے ساتھ ابر باراں کو سایہ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ جب غسل دے کر تیار ہوئے۔ تو دفن کرنے تک ہلکی فوارہ نے آپ کو دنیا سے الوداع کہا۔ جنازہ لاتعداد تھا۔ عیدگاہ صرف اس دن بھری ہوئی دیکھی گئی تھی۔ نماز جنازہ کے بعد ختم شریف آپ کی روح کو بخشے گئے۔ پھر آپ کو اپنے جدی قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ آپ کی عمر بوقت وصال ۷۹ سال ۹ ماہ اور ۲۷ یوم تھی۔

مختلف حضرات نے آپ کی تاریخ وفات کہی۔ جن میں سے چند ایک درج کی جاتی ہیں۔

تاریخ مرتبہ جناب حشر القادری :-

بزرگ جہتاب شاہ قبلہ جمشید جام وصال ہستی
کہ جان شیریں بہ قرب مولا رسید دیائی کمال ہستی
بہ یوم ایک شنبہ دو محرم نوشت کاتب پیام رحلت
غفور ہمدم بہشتی مقامے کرا بگوئید ارحق جنت
۱۳۷۵ھ

تاریخ مرتبہ فاضل اجل پیر فضل شاہ صاحب مہاجر کشمیر :-

(۱) تیرے چل جانے سے اے قطب زماں — ماتم کدہ بن گیا آج دربار غوثیہ ؟
زمین و آسمان پر نالہ آہ و فغاں — ہر طرف نوحہ کناں ہیں سب اصفیائے غوثیہ ؟
کہا ہاتف نے اے لحد مبارک ہو تجھے — ہے جہتاب شاہ نور الاجداد غوثیہ ؟
۱۳۷۵ھ

(۲) تیرے چل جانے سے اے شیخ المشائخ — ولایت او لیار کی اب کہاں ہے
تیری رخصت سے رخصت شادمانی — زمین غم میں الم میں آسماں ہے
کہی ہاتف نے سن عیسوی یہ تاریخ — آہ کہ جہتاب شاہ فخر دوجہاں ہے
۱۹۵۵ء